



السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

1- موجودہ دور کے فرقوں شیعہ (غنی کے نظریات کے حامل) بریلوی (احمد رضا خان بریلوی کے نظریات کے حامل) دہلوی (محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، زکریا کاندھلوی، تبلیغی نصاب کے مصنف کے نظریات کے حامل) اہل حدیث (میاں نذیر احمد دہلوی، عبدالقادر جیلانی، شاہ ولی اللہ کے نظریات کے حامل) مرزائی (مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات کے حامل) کو آپ کا فرو مشرک مانتے ہیں یا مسلم؟

2- ایک ہندو کو مسلمان کرتے وقت عہد لیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسری ہستی پوجا کے لائق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اب اگر وہ ہندو زبانی عبادت اس طرح شروع کر دے کہ یا کرشن مدد کر، یا علی مدد فرماؤ۔ تو وہ ان ہستیوں کو الہ مان کر ان کی عبادت کرتا ہے۔ اس طرح پھر وہ اپنے مذہب کی طرف عہد توڑ کر لوٹ جاتا ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مشرک بن جاتا ہے۔ کیا موجودہ فرقے شیعہ، بریلوی اور دوسرے ان کو مسلمان مانتے والے کافر و مشرک نہیں ہوتے؟

3- اگر آپ کہتے ہیں کہ ان فرقوں میں صحیح العقیدہ لوگ بھی ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ تو بتائیں کہ شیعہ میں کون سا گروہ یا عالم ایسا گزرا ہے جو صحیح العقیدہ تھا یا موجودہ دور میں موجود ہے۔ اسی طرح بریلوی دہلوی اور اہل حدیث کے صرف ایک ایک گروہ یا عالم کا نام لکھ دیں؟

4- بقول آپ کے درود نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتا ہے، درود ایک عبادت ہے۔ دعائیہ عمل ہے، سورۃ الشوریٰ آیت نمبر: ۵۳ کے تحت تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ درود پڑھتے وقت بھی ہم دعا اللہ کے حضور کرتے ہیں کہ اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما۔ تو فحشہ ہماری اس دعا کو اللہ کی بارگاہ کی بجائے رسول ﷺ کے حضور کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیا وہ (فحشہ) عربی سے ناواقف ہیں یا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور کچھ اللہ کے حضور یا آپ نبی ﷺ کو معبود سمجھ کر ان کے حضور اعمال پیش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

5- فتاویٰ نذیریہ صفحہ نمبر: ۶۰۷، حصہ اول، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی، لاہور۔ میں میاں نذیر دہلوی لکھتے ہیں کہ نبی a نے فرمایا کہ: ”قبر پر پڑھا جانے والا درود میں خود سنتا ہوں۔“ (تفسیر ابن کثیر، پ: ۲۲، سورۃ احزاب)

[”یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔“] اس حدیث کو وہ صحیح مان کر کہتے ہیں کہ نبی ﷺ قبر پر پڑھا جانے والا درود سنتے ہیں اس طرح سماع موتی کا عقیدہ رکھنے والے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اسے رحمۃ اللہ علیہ کیسے یا نہیں؟ اسی طرح وحید الزمان صاحب (اہل حدیث کے پشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماع موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے، جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے، مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اس پر اجماع ہے۔ صرف عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔ جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا۔) ایسے سماع موتی کے اقراری علماء کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن و حدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں؟

القرآن: ...

”آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔“ [الخل: ۸۰]

”اللہ جسے چاہتا ہے، سنو سنا ہے، مگر (اے نبی!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔“ [فاطر: ۲۲]

”یعنی اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے۔ حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔“ [الاحقاف: ۵، ۶] سماع موتی کا عقیدہ رکھنے سے درج بالا قرآنی آیات کا انکار ہو جائے گا۔

6- نبی ﷺ نے فرمایا کہ: تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھرتے رہے۔ میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سرا اور تو اٹھائیے۔ میں نے اپنا سرا اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے (نبی ﷺ) نے کہا مجھے پھوڑ دو۔ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے، جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں۔ صحیح بخاری جلد اول، صفحہ نمبر: ۸۵ مطبوعہ دہلی بقول آپ کے نبی a مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں، لیکن بخاری صفحہ نمبر: ۶۳۰، ۵۱۷ میں درج ہے کہ نبی کی وفات کے موقع پر عمر b کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! نبی کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میرے ذہن میں یہی بات آئی اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور زندہ کرے گا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا۔ پھر وہ باہر نکل گئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے! اتنی تیزی نہ کر۔۔۔ حدو شاء کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سن رکھو تم میں سے جو محمد ﷺ کی بندگی کرتا تھا، اسے معلوم ہو کہ محمد ﷺ وفات پگئے ہیں۔ اس کے بعد سورۃ آل عمران آیت: ۴۴ تلاوت فرمائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ! جس دم میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو گھٹنوں کے بل گر پڑا اور ایسا بے دم ہوا کہ میرے پاؤں مجھے سہارا نہ دے سکے، یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک گیا۔ جس وقت مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی a وفات پگئے ہیں۔ ترجمہ عبارت صفحہ: ۵۱۷، جلد اول، صفحہ: ۶۳۰، جلد دوم، صحیح بخاری مطبوعہ دہلی۔ درج بالا دونوں حدیثوں کے مطابق آپ کا قول نہیں ہے، وضاحت کریں؟

القرآن: ... ”آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔“ [الزمر: ۳۰]

جب سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا کہ نبی ﷺ کو موت آچکی ہے اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے۔ تو آپ نبی ﷺ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول کو زندہ درگور کیا؟

7- قرآن میں دو زندگیاں اور دو موتوں کا ذکر ہے، پورے قرآن میں مرنے والے کو مردہ اور جان کی رمت نہ رکھنے والا قرار دیا گیا ہے آپ کے پاس تیسری زندگی کا کیا ثبوت ہے؟ [الغزل: ۲۱]

8- صحیح مسلم، جلد دوم، صفحہ نمبر: ۳۶-۱۳۵، مطبوعہ دہلی کی حدیث کے مطابق شہداء کی روجوں کو قبض ہونے کے بعد شہداء کی فرمائش کے باوجود دنیا میں نہیں لوٹا گیا۔ اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹنے جانے کا کوئی تصور نہیں۔ قرآن ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔ آپ کے پاس روح لوٹنے جانے کی کوئی دلیل ہے۔ اسے بحوالہ پیش کریں؟

9- کسی تعویذ پٹنے والے سے پوچھیں کہ اسے آپ نے کیوں پٹنا ہے تو وہ بتاتا ہے کہ اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ تعویذ غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا دل پٹنے لگے میں لٹکانے پر تیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی رہنمائی کرتا ہے کہ: ”جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا۔“ (مسند احمد، ص: ۱۵۶، جلد چہارم) اس میں نبی ﷺ نے قرآنی تعویذ یا غیر قرآنی تعویذ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی پوری زندگی آپ ﷺ نے کوئی تعویذ بتایا۔ آپ اس کو شرک کہتے ہیں یا بدعت؟

10- ”اے نبی! اعلان فرما دیجیے کہ اگر میں نے تم لوگوں سے اسی دین پر معاوضہ مانگا تو وہ تمہارا ہی رہا میرا صلہ اور مردوری تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔“ [سورہ سبا آیت نمبر: ۴۷] آپ کی جماعت بھی دینی امور پر اجرت لیتی ہے۔ آپ اس قرآنی آیت کو کس طرح بیان اور عمل کب کریں گے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمہ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

1- غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ملنے والے کافر ہیں۔ باقی جن گروہوں کا آپ نے تذکرہ فرمایا ان میں سے جن افراد میں کفر و شرک پایا جاتا ہے وہ کافر و مشرک ہیں اور جن افراد میں اسلام و توحید پائے جاتے ہیں وہ مسلم و مومن۔ آپ نے سوال میں جماعت المسلمین رجسٹرڈ کر بھی والی کا ذکر نہیں فرمایا۔ جس کے امیر و بانی سید مسعود بنی ایس سی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ آخر کیا وجہ ہے؟

2- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اللہ مان کر اس کی عبادت و پوجا کرنے والا کافر و مشرک ہے، خواہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث و اہل سنت کہلائے، خواہ دیوبندی، خواہ بریلوی، خواہ شیعہ، خواہ جماعت المسلمین، خواہ تنظیم المسلمین خواہ کچھ اور۔

3- امام مسلم ہو، کافر یا مشرک نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے، خواہ وہ دیوبندی ہو، خواہ بریلوی، خواہ شیعہ خواہ کوئی اور۔ امام مسلم نہ ہو، کافر یا مشرک ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ خواہ وہ اہل حدیث ہو، جماعت المسلمین ہو، خواہ کوئی اور۔ باقی رہی یہ بات کہ کونسا امام مسلم ہے کافر یا مشرک نہیں اور کونسا امام کافر یا مشرک ہے مسلم نہیں یہ میرا کام نہیں یہ کسی کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کا کام ہے۔

4- آپ لکھتے ہیں: ”بقول آپ کے درود نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتا ہے۔“ تو محترم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا درود رسول کریم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ مَا يَكُونُ الْجُمُعَةُ بَيْنَ عِلْقِ آدَمَ، وَبَيْنَ قَيْصٍ، وَبَيْنَ النَّفْثَةِ، وَبَيْنَ الضَّغْنَةِ، فَأَكْبَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ بَيْنَهُمَا فَإِنَّ صَلَاتِيْكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ - فَأَنُوتُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟ قَالَ: لِيُتَوَكَّلُوا: بَلَيْتُ. قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ»

(ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ، ابوداؤد، المجلد الأول کتاب الصلوة باب تفریع أبواب الجمعة، نسائی کتاب الجمعة باب اکثر الصلوة علی النبی یوم الجمعة)

[”اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن بھی ہے، اسی میں آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی میں وہ فوت ہوئے اسی میں صو کی آواز اور یوش کن آواز ہوگی۔ پس تم اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔“ اور سر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے سوال کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ ﷺ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ اوس نے کہا: ارمنا معنی بلیت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔“ [شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے۔ دیکھیں: ”صحیح نسائی، کتاب الجمعة، باب اکثر الصلوة علی النبی ﷺ یوم الجمعة، حدیث نمبر: ۱۳۰۱“ پھر انہیوں کے درود و سلام کے رسول کریم ﷺ پر پیش کیے جانے کا مطلب و مضمون دوسری احادیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ نسائی اور دارمی میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ لِلَّهِ لَكُنْهَ سِتًّا جَعَلَ فِي الْأَرْضِ يُتَوَكَّلُ مِنْ أَمْتِ الْإِسْلَامِ»

[”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں چلتے ہیں مجھے میری امت کا سلام پہناتے ہیں۔“]

اس حدیث کو بھی شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے۔ دیکھیں: ”صحیح نسائی باب السلام علی النبی، حدیث نمبر: ۱۲۱۵“

نیز ابوداؤد و ابونعیم میں ہے:

عَنْ ثَابِتِ بْنِ خُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَجْهَلُوا مَيِّتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْهَلُوا قُبُورَ بَنِي عَدِيٍّ، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتِيْكُمْ تَعْلَمُ حَيْثُ كُنْتُمْ»

[”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو میلہ مت بناؤ۔ اور مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھے پہنچے گا۔“] حدیث نمبر: ۲۰۴۲

تو درود و سلام کے رسول اللہ ﷺ پر پیش ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے خود ہی تشریح فرمادی کہ درود و سلام رسول اللہ ﷺ کو پہنچ جاتا ہے۔ درود و سلام بھیجنے والا امتی خواہ کس بھی ہو۔

میت کے لیے ہم دعائیں کرتے ہیں نماز جنازہ میں بھی اور نماز جنازہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں تو یہ دعائیں اللہ کے فضل و کرم سے ان کو پہنچتی ہیں۔ پھر ہم بذریعہ خط و کتابت یا بذریعہ دوست و احباب دوسروں کو سلام دعا پہنچاتے رہتے ہیں تو یہ سلام دعا بھی ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ دیکھئے آپ اپنا یہ مکتوب جس میں آپ کا میری طرف سلام بھی درج ہے، مجھ پر پیش کیا تو مجھ پر پیش ہو گیا ہے تو آپ غور فرمائیں اگر کوئی فرماتے: ”بقول آپ کے کسی بھائی یا دوست کو بھیجے ہوئے سلام دعا اس پر پیش کیے جاتے ہیں تو اس کو پہنچ جاتے ہیں۔ دعا و سلام ایک عبادت، دعائے عمل ہے سورۃ الشوریٰ آیت نمبر: ۵۳ کے تحت تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ دعا و سلام کسی کو بھیجتے وقت بھی ہم دعا اللہ کے حضور کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے فلاں بھائی یا دوست پر سلامتی نازل فرما تو سننے والے اس دعا کو اللہ کی بارگاہ کی بجائے ہمارے فلاں دوست یا بھائی کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے دعائے کلمات سلام و دعا سننے والے ہمارے بھائی دعا سلام دوسروں تک پہنچانے والے عربی، اردو، انگریزی وغیرہ سے ناواقف ہیں یا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال ہمارے دوستوں اور بھائیوں کے حضور پیش ہوتے ہیں اور کچھ اللہ کے حضور آپ لینے دوستوں اور بھائیوں کو معبود سمجھ کر ان کے حضور اعمال پیش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔“ تو آپ کا کیا جواب ہوگا؟

آپ کے مکتوب میں جہاں کہیں نبی کریم ﷺ کا نام نامی اور اسم گرامی کسی بھی صورت میں ذکر ہوا تو آپ نے () لکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا۔ اس لیے اس فقیر الی اللہ العفیٰ آپ کی عبارت نقل کرتے وقت آپ کا لکھا ہوا () ہی نقل کر دیا ہے۔ ورنہ میں آپ ﷺ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا قائل و فاعل ہوں۔ امید ہے آپ محسوس نہیں فرمائیں گے۔

پھر سورۃ الشوریٰ کی محولہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ: **الْأَلْفَ تَقْعِزُ الْأُمُورُ (۵۳)** اس کا ترجمہ مطلب آپ نے لکھا ہے: ”تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔“ جبکہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی ہم معنی مطلب دیگر آیات کے الفاظ ہیں: **وَاللّٰهُ يُرْخِ الْأُمُورَ (۱۰۹)**۔ ”اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹا جاتے ہیں۔“ **وَاللّٰهُ يُرْخِ الْأُمُورَ (۱۰۹)**۔ ”اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹا جاتے ہیں۔“

پھر ان آیات کریمہ میں اعمال کی کوئی تخصیص نہیں۔ آخرت کی بھی کوئی تخصیص نہیں تو اگر کوئی صاحب ان آیات کریمہ کے عموم کو سامنے رکھتے ہوئے فرمادیں کہ حج صاحبان کے ہاں جو کاغذات پیش کیے جاتے ہیں یا دوسرے محکموں میں کاغذات وغیرہ جو پیشیاں ہوتی ہیں یہ سب سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر: ۵۴ کہ: ”تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔“ کے منافی و مخالف ہیں تو کیا خیال ہے آپ کی تحقیق کی رو سے ان کی یہ بات درست ہوگی؟

5- سماع موتی واجیاء کے متعلق میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صحیح احادیث نے پیش فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ”یہ سماع موتی کے اقراری علماء کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن و حدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں۔“

جواباً گزارش ہے صحیح بخاری کتاب الجنائز باب المیت یَسْمَعُ خُفْقَ الْعِغَالِ مِسْ :

عَنِ الْمُسْنَعِ بْنِ النَّبِيِّ قَالَ: «الْعَمِيدُ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى وَوَضِبَ أَضْعَانَهُ حَتَّى يَنْفِثَهُ لَيْعُ مِقْرَعٍ لَمْ يَلْحَمْ أَنَاهُ لَكَانَ، فَأَقْبَدَاهُ»

[”اُپ ﷺ نے فرمایا: جب مردہ اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی دفن سے فراغت کے بعد واپس ہوتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔“] (المحدث، جلد اول، ص: ۱۷۸) صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل انی جمل میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے :

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْوَلِيدِ: «فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَالَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ سَيُؤْتِيهِمْ مَا أَوْفَى مِنْهُمْ»

[”عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ایسی لاشوں سے گفتگو کرتے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ میں جو باتیں کر رہا ہوں تم ان کو مرنے والوں سے زیادہ نہیں سنتے۔ “] (جلد دوم، ص : ۵۶۶) اور صفحہ : ۵۶۷ پر ہے :

عن ابن عمر قال: وقفت النبي ﷺ على قليب بدر فقال: «عن وجدتموها وعد ربكم بها». ثم قال: انتم الذين يسمعون ما أقول لكم. هكذا رويته، فكانت: إنما قال النبي ﷺ: انتم الذين يسمعون أن الذي كنت أقول لكم هو الحق. ثم قرأت آية: لا تتبع الهوى تضيء مرآة الآيات»

[۱] ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی ﷺ بدر کے کھنڈوں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تمہارے مالک نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا وہ تم نے پایا۔ پھر فرمایا: جواب میں کہ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔ یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اس وقت وہ چلتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ ٹھیک تھا۔ پھر یہ آیت بڑھی: لے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ [۲]

اب آپ ہی بتائیں کہ: ”لے سماع موتی کے اقراری نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن و حدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں؟“ یہ سارے لفظ آپ کے ہیں، صرف علماء کی جگہ پر نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی مندرجہ بالا صحیح بخاری والی دونوں حدیثوں کا تقاضا یہی ہے۔ جواب ذرا سوچ سمجھ کر اشراد فرمائیے۔

رہا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان :

اِنْتَحَمِ الْاِثْنَ عَشَرَ لِيَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِي كُنْتُ اَقُوْلُ لَكُمْ هُوَ الْحَقُّ - ثُمَّ قُرْءَاتُ الْكِتَابِ لَا تَسْمَعُ الْوَلَدِي حَتَّى قُرْءَاتِ الْاَمِيَّةِ

تو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الساری میں لکھتے ہیں :

"كُلُّ مَنْ يَفْزِدْ عَمْرَ وَلَا يَنْبَغِ يَتَوَكَّلْ، عَلَى وَافِقَتِهِمَا أَوْ طَلَبِهِمَا كَمَا تَقْدِرُ، وَلِلطَّرِيقِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ مَثَلٌ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ، وَمِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ تَعَالَى، وَفِيهِ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكُلِّي يَسْمَعُونَ؟ قَالَ: يَسْمَعُونَ كَمَا تَسْمَعُونَ، وَكُلُّنَا لَا يَسْمَعُونَ. وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ: وَكُلُّهُمْ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُونَ. وَمِنْ الْعَرَبِ مَنْ قَالَ فِي الْمَعَارِضِ لَا بِنَاسِقٍ إِسْحَاقُ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ طَلْحَةَ، وَفِيهِ: مَا أَتَمَّهَا سَمِعَ لَهَا قَوْلَ مُصَنِّمٍ. وَأَخْرَجَهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ فَإِنْ كَانَ مَحْظُوظًا فَكَيْفَ خَارِجَتِ عَنْ الْإِسْنَادِ لَمْ تَشْتَ عِنْدَ حَاسِنٍ رَوَاهُ يَحْيَى عَنْ الصَّحَابَةِ لِكَيْ يَحْتَالُ بِتَبَدُّلِ الْقَصْدِ - اهـ"

پھر حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں ان کو سنا ہوں یا سنا رہا ہوں بلکہ یہ فرمایا: "إِنَّمَا الْإِنِّ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ لَعَلَّكُمْ" کہ وہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ اور واضح ہے انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہی سنا اور قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ مَنْ يَخْفُو (۲۲) (فاطر)

["اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔ "] اللہ جن کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے تو قلیب بدروالوں کا رسول اللہ ﷺ کی بات کو سن لینا۔ آیت: اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُفْرَ... الخ کے منافی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے تھا۔ پھر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی مسند امام احمد وغیرہ کی روایت کے مطابق قلیب بدروالوں کے رسول اللہ ﷺ کی بات کو سننے کو تسلیم فرما رہی ہیں اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ان کے علم اور چلنے کو تسلیم فرما رہی ہیں اور معلوم ہے کہ علم و جاننا بھی حیات و زندگی کے بغیر تو نہیں ہو سکتا۔

آپ لکھتے ہیں: "آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔" (النحل: ۸۰) پوری آیت اس طرح

اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُفْرَ وَلَا تَسْمَعُ الْاِيْمَانَ اِذَا وُلُوْا بِرَبِّكَ (۸۰)

["بے شک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پٹھ پھیرے جا رہے ہوں۔ "] آیت کریمہ کے آخری لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ موتی سے جو مردے آپ سمجھ رہے ہیں، اس مقام پر وہ مردے مراد نہیں، کیونکہ ان میں تو اِذَا وُلُوْا بِرَبِّكَ والاوصاف موجود ہی نہیں ہوتا۔ پھر دوسری آیت کریمہ میں وضاحت موجود ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ مَنْ يَخْفُو (۲۲) (فاطر)

تو سورہ نمل اور سورہ فاطر والی آیات میں رسول اللہ ﷺ کے اسماع کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماع کی نفی نہیں۔ جبکہ سورہ فاطر والی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسماع کا اثبات بھی موجود ہے۔

رہی سورہ احقاف والی آیت تو اس میں موتی یا میت یا ان کے ہم معنی کوئی لفظ صرف یہ آیا ہے:

مَنْ لَا يَخْتِجِبُ لِرَبِّهِ لَعَلَّ يَكْفُرَ مِنْهُ لَعَلَّ يَكْفُرَ مِنْهُ لَعَلَّ يَكْفُرَ مِنْهُ (۵)

["جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں، بلکہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہوں۔ "] اور یہ لفظ زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہیں، اگر اس سے عدم سماع موتی اخذ کیا جائے تو اس سے عدم سماع احياء بھی اخذ ہوگا۔ کیونکہ مَنْ لَا يَخْتِجِبُ الخ۔ دونوں کو متناول ہے۔

پھر آپ نے ترجمہ میں لکھا ہے: "اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔" حالانکہ استجاب یستجب قبول کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَالَ رَبِّجْعْنِيْ اِلٰى رَبِّىْ لَعَلَّ اَعْمَلُ (المومن)

["اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ "]

نیز فرمان رسول ﷺ ہے: يُسْتَجَابُ لِدَعَاكُمْ مَا لَمْ يَلْحَقْ (صحیح ابوداؤد: ۲۳۳۳، ترمذی الدعوات باب ما جاء فيمن يستجلب في دعائه)

["تمہارے ایک کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک وہ جلدی نہ کرے۔ "]

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْجِبُوا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَنَّكُمْ لَآ مَرَدَّةٍ مِنَ اللَّهِ (الشورى)

["اپنے رب کا حکم قبول کرو، اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آجائے، جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔ "]

نیز فرمان ہے:

اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَاكَ فَقَبِّلْهُ اِلٰى وَلْيَسْمُوْا بِالْعَلَمِ بِرَبِّهِمْ (البقرة)

["میں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، لوگوں کو چلبے میری بات مان لیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ بھلائی پائیں۔ "]

آپ نے لکھا ہے: "سماع موتی کا عقیدہ رکھنے سے درج بالا قرآنی آیات کا انکار ہو جائے گا۔" تو محترم تھنڈے دل سے درج بالا قرآنی آیات کریمہ کو ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیں، ان کے کسی ایک لفظ میں بھی سماع موتی کی نفی نہیں۔ صرف اتنی بات ہے: اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُفْرَ اور وَنَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مِّنْ فِى الْفُجُوْرِ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا

ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ** کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سنا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتی کا اثبات ہے، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنا دے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآن مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت: **إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ** اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

ہوسکتا ہے کہ آپ میری اس سابقہ تحریر کے پیش نظر سمجھنا شروع کر دیں کہ یہ بھی اسماع موتی کا قائل ہے۔ اس لیے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے عقیدے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تو میرا یہ عقیدہ ہے کہ اصول، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موتی نہیں سنتے، موتی تو موتی ہیں نوام سوئے ہوئے نہیں سنتے۔ البتہ اس اصول، قاعدہ اور قانون سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں بیان ہوا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: **إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ** اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اب کے ان چند مستثنیٰ صورتوں کو لے کر کوئی شخص مذکورہ بالا اصول، قاعدے اور قانون (موتی نہیں سنتے) کو تسلیم نہ کرے تو اس کا اس کو حق حاصل نہیں۔ دو مثالوں سے اس کی توضیح کی جاتی ہے:

(۱) اصول، قاعدہ اور قانون ہے کہ احیاء و زندہ سنتے ہیں، مگر چند صورتیں اس اصول، قاعدہ اور قانون سے مستثنیٰ ہیں مثلاً بھرے ہیں تو زندہ مگر سنتے نہیں۔ اب ان بہروں کو سامنے رکھ کر کوئی مذکورہ بالا اصول، قاعدے اور قانون (احیاء و زندہ سنتے ہیں) کو تسلیم نہ کرے تو وہ حق بجانب نہیں ہوگا۔

(۲) اصول، قاعدہ اور قانون ہے کہ جو فوت ہو جاتے ہیں، واپس دنیا میں نہیں آتے۔ البتہ چند جزئیات اس اصول، قاعدہ اور قانون سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً مارعلی قریہ (ایک بستی پر گزرنے والے) کو اللہ تعالیٰ نے سو سال فوت کیے رکھا، بعد میں زندہ فرمادیا۔

أَوَّلَ مَا دَرَىٰ مَرْعَىٰ قَرِيَّةٍ وَهِيَ غَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذَا اللَّهُ مُبَيِّنًا (۲۵۹) (البقرة)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ آدمیوں کو لے کر گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت فرمادیا۔ بعد میں زندہ کر دیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا نُوْحًا مِّنْ بَنِي إِدْرِيسَ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَالُوا لَا تَنْفَخْ فِي الْفُؤَادِ الْمَوْتَ لَئِن لَّمْ يَمُوتْ يَكُنِ مِنَ الْغَايِبِينَ (۲۵۹) (البقرة)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَعُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَنَعَمَ اللَّهُ لَهُمْ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا عَنْهُمْ فُؤَادًا مَا كُنُوا أَتَيْنَاهُمْ (۲۶۲) (البقرة)

پھر صحیح بخاری میں ہے دجال ایک مؤمن کو قتل کر ڈالے گا، بعد میں زندہ کر دے گا وہ مومن کے گامھے پہلے سے بھی زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال ہے [صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لا يدخل الدجال المدينة] تو اب ان چند جزئیات کو لے کر کوئی شخص قانون، قاعدہ اور اصول کہ فوت شدہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آتے، کا انکار کر دے تو اس کو حق نہیں پہنچتا۔

امید ہے ان دو مثالوں کو سامنے رکھ کر اسماع موتی والا مسئلہ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موتی فوت شدگان نہیں سنتے، لیکن اس اصول ضابطہ، قاعدہ اور قانون سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً میت کا قرق نعال کو سننا اور قلیب بدر والوں کا اس موقع پر رسول اللہ کی بات کو سننا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہے، **إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ** (سورۃ فاطر: ۲۲) ”اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔“ اب ان چند مستثنیٰ جزئیات سے اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون کہ موتی فوت شدگان نہیں سنتے ہر گز نہیں بدلتا۔

6- آپ لکھتے ہیں: ”میں نے (نبی ﷺ) نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کچھ حصہ باقی ہے۔“ ”مح معلوم ہوتا ہے آپ اس سے یہ کشید کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ تکمیل عمر اور وفات کے بعد مدینہ منورہ والی قبر میں زندہ نہیں تو اس پر کلام بعد میں آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ البتہ سر دست فی الحال اتنی بات تو آپ نے تسلیم فرمائی کہ تکمیل عمر اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا ایک مقام اور ایک گھر ہے تو آپ نے تکمیل عمر اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تسلیم فرمایا۔ مزید سنیے یہی حدیث سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جس کا آخری حصہ آپ نے نقل فرمایا جس میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا تذکرہ ہے اور باقی ساری حدیث چھوڑ دی، حالانکہ قبر اور برزخ کے موضوع میں صرف رسول اللہ ﷺ ہی زیر بحث نہیں آتے، بلکہ تمام قبروں والے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ادنیٰ ایمان والے حتیٰ کہ کفار بھی زیر بحث آتے ہیں تو غور فرمائیں۔ اسی صحیح بخاری کی سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مندرجہ ذیل رجال و اشخاص کا تذکرہ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

(۱) کذاب... اس کی دونوں شدتوں... ورہمیں... کو گدی تک لوہے کے گوب کے ساتھ چیرا جا رہا ہے اور جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((فَنُفِخْ بِهٖ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ”قیامت کے دن تک اس کو یہی سزا دی جائے گی۔“

(۲) رات کے وقت قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے والا اور دن کے وقت قرآن مجید پر عمل نہ کرنے والا قرآن مجید کا عالم... بہتر کے ساتھ اس کا سر کھلایا جا رہا ہے۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((نُفِضْ بِهٖم اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ”قیامت کے دن تک ان کو یہی سزا دی جائے گی۔“

(۳) زنا کرنے والے اور زنا کرنے والیاں... ان کو تورا نگرٹھے میں تیز و تند آگ میں جلایا جا رہا ہے۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((نُفِضْ بِهٖم اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ”قیامت کے دن تک ان کو یہی سزا دی جائے گی۔“

(۴) سود خور... خون کے دریا میں ہے، باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے کنارے کے قریب آتا ہے تو اس کے منہ پر پتھر دے مارا جاتا ہے۔ اور نکلنے نہیں دیا جاتا۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((نُفِضْ بِهٖم اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ”قیامت کے دن تک ان کو یہی سزا دی جائے گی۔“ یاد رہے جبریل و میکائیل کے لفظ زانی اور سود خوار کے متعلق ((نُفِضْ بِهٖم اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) صحیح بخاری جلد اول، ص: ۸۵ پر نہیں کسی اور مقام پر ہیں۔

(۵) ایک عظیم درخت کے نیچے اس کی اصل میں ابراہیم علیہ السلام اور اس کے آس پاس ارد گرد لوگوں کے بچے۔

(۶) اس عظیم درخت کے قریب آگ جلائے والا مالک خازن نار۔

(۷) جبریل و میکائیل علیہما السلام رسول اللہ ﷺ کو لے کر اس عظیم درخت پر چڑھ گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو ایک بہترین اور خوبصورت گھر میں داخل فرمایا۔ اس جیسا خوبصورت گھر آپ ﷺ نے کبھی نہ دیکھا، اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے ہیں۔ یہ گھر عام ایمان والوں کا گھر ہے۔

(۸) پھر رسول اللہ ﷺ کو اس پہلے گھر سے بھی اوپر ایک اور گھر دکھایا اور اس میں داخل فرمایا جو پہلے گھر سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ فضیلت والا ہے۔ یہ شہداء کا گھر ہے۔

اس ساری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نیک ہو، خواہ بد۔ تکمیل عمر اور وفات کے بعد اسے ایک مقام و گھر ملتا ہے۔ نیک ہے تو لہجہ گھر اور بد ہے تو برا گھر اور واضح یہ ہے کہ ایک قسم کی زندگی ہے، ورنہ نیک کو ثواب و جہنم اور بد کو عذاب بالاختلاف درجات کا معنی وارو؟

آپ لکھتے ہیں: ”بقول آپ کے نبی ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں، لیکن بخاری... الخ“ ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ والے اس واقعہ سے آپ نکال رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں زندہ نہیں۔ حالانکہ اس واقعہ سے یہ بات نہیں نکلتی، کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ، خطبہ کے اندر:

فَاتَخَوَّلَ الرَّسُولُ قَدَحًا مِّنْ قَدَحِ الرَّسُولِ (آل عمران)

[”محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے؟“ اور

بَلَدٌ مِّنْ بِلَادِهِمْ يَخْتُونُ (۲۰) (المرسل)

[”یقیناً آپ کو بھی موت آنے کی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔“] کی تلاوت اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمانا: ”أَلَيْسَتْ أُمَّةٌ قَدْ نَافَتْ“ مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ سب باتیں اس وقت کی ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ فوت تو ہو چکے تھے، مگر ابھی قبر میں دفن نہیں کیے گئے تھے۔ جس کا صاف اور سیدھا مطلب ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ e کا اس موقع پر اجماع و اتفاق ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی موت آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر اجماع و اتفاق تھا، کیونکہ قبر میں تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہیں کیے گئے تھے۔ پھر اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو آیات تلاوت فرمائیں وہ رسول اللہ ﷺ کی موت اور دنیاوی زندگی کی نفی پر تلاوت فرمائیں تو اس واقعہ سے یا ان آیات سے قبر والی زندگی کی نفی نکالنا درست نہیں۔ پھر سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی درج بالا حدیث سے قبر وبرزخ والی زندگی ثابت ہو چکی ہے۔

آپ مزید لکھتے ہیں: ”جب سارے صحابہ e اجماع ہو گیا کہ نبی کو موت آچکی ہے اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے۔ تو نبی کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو زندہ درگور کر دیا۔“

صاحب تحریر نے صحابہ کرام e کا جہاں کہیں ان کی تحریر میں ذکر آیا انہوں نے (۱) ہی لکھا ہے۔ رضی اللہ عنہم والے لفظ نہیں لکھے۔ ہم نے ان کی عبارت کو مومن و عن نقل کیا ہے۔ امید ہے جناب محسوس نہیں فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع والی بات تو پہلے لکھی جا چکی ہے کہ اس وقت ابھی رسول اللہ ﷺ قبر میں داخل ہی نہیں کیے گئے تھے، پھر وہ اجماع رسول اللہ ﷺ کی موت اور دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر تھا۔ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثواب و عذاب قبر کے معتقد اور قائل تھے، عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دے رکھا ہے تو ثواب و عذاب قبر وبرزخ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر وبرزخ میں بھی ایک زندگی ہے چاہے وہ دنیاوی اور قبروں سے اٹھنے کے بعد والی اخروی زندگی کی نسبت موت ہی ہے۔ لہذا آپ کا لکھنا: ”کیا آپ صحابہ e پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو زندہ درگور کر دیا۔“ خواہ خواہ ہے۔ ہاں قبر میں دنیاوی زندگی کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں آپ کی یہ بات کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے۔

رہا آپ کا فرمان: ”اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے۔“ اگر بایں معنی ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا والی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں کیے جائیں گے تو درست ہے، اگر بایں معنی ہے کہ قیامت سے پہلے قبر وبرزخ والی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں تو یہ نہ قرآن مجید ہے، نہ ہی رسول اللہ کی حدیث ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک بھی صحابی b کا عقیدہ ہے۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس پر اجماع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ کا فرمانا: ”تو آپ ﷺ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم... الخ“ سراسر نیا دیتا ہے، جس کا قطعاً آپ کو حق نہیں پہنچتا۔

ہاں! اگر آپ قرآن مجید کی کوئی آیت، رسول اللہ کی کوئی صحیح حدیث اور کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا کوئی ایک ہی قول پیش فرماتے۔ جس میں یہ چیز ہوئی کہ اصحاب قبور یا اصحاب برزخ قبر وبرزخ میں قبر وبرزخ والی زندگی کے ساتھ بھی زندہ نہیں تو پھر آپ اپنی اوپر والی بات میں کسی حد تک حق پر تصویب کیے جاسکتے تھے۔ جبکہ سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی سابقہ حدیث میں برزخ و قبر کی زندگی ثابت ہو چکی ہے، ورنہ اس میں مذکور ثواب و عذاب بے معنی ہو کر رہ جاتیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْنَارِ (۹۳) (الانعام)

[”اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سنجھن میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔“] الآیہ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِينَ هُمْ عَنْ عَذَابِهِمْ عَافٍ إِنَّ عَذَابَهُمْ لَشَدِيدٌ (۴۶) (الزمر)

[”اُنک ہے جس پر ہر صبح شام لانے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا) فرعونوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔“] اس آیت کریمہ میں الفاظ وَنُفُوسُهُمْ فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوٍ دلائل دلات کر رہے ہیں کہ فرعونوں کا صبح و شام آگ پر پیش کیا جانا قیامت سے پہلے ہے اور واضح ہے وہ پہلے والا عالم عالم قبر وبرزخ ہی ہے۔ عالم دنیا نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”ایمان والوں کو اللہ کی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی انصاف لوگوں کو اللہ بکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔“ [قبر کے بارے میں ہے۔ (جلد اول، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر الخ، ص: ۱۸۳) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں ثواب و عذاب قبر و برزخ کے بارے میں اور بھی احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ہیں: ((فَتَالُ: لَعْنَةُ عَذَابِ الْقَبْرِ حَقٌّ)) پھر اہل المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((فَتَمَارِثُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ صَلَاتِهِ إِلَّا تَعُوْذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) اب مقام غور ہے کہ قبر و برزخ والی زندگی کا انکار کر کے قرآن و حدیث کے ساتھ کفر کو کر رہا ہے؟

7- آپ نے لکھا: ”آپ کے پاس تیسری زندگی کا کیا ثبوت ہے؟“ تو محترم یہ تیسری کا لفظ بول کر آپ رنگ بھر رہے ہیں۔ یہ بندہ فقیر الی اللہ الغنی ثواب و عذاب قبر و برزخ والی آیات و احادیث ذکر کر کے ثابت کر چکا ہے کہ قبر و برزخ میں قبر و برزخ والی زندگی ہے، ورنہ ثواب و عذاب قبر و برزخ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ باقی آیات کریمہ میں ایک موت انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اور دوسری موت دنیاوی زندگی کے اختتام پر۔ ایک زندگی دنیاوی اور دوسری زندگی قبروں سے اٹھنے کے بعد والی کائنات ہے۔ ان میں قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں ہے۔ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قبر و برزخ والی زندگی دنیاوی زندگی اور قبروں سے اٹھنے کے بعد والی اخروی زندگی کی نسبت موت ہی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ (۱۶۴) (الصافات)

[”اور دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔“] اور یقیناً دار آخرت ہی زندگی ہے، اب اس میں حیات دنیا کے زندگی ہونے کی نفی کر دی گئی ہے، مگر نسبت حیات آخرت ورنہ حیات دنیا زندگی ہے عیساکہ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ سے ثابت ہو رہا ہے۔

رہی سورہ نحل والی آیت ”أَمْوَاتٌ غَيْرِ أَحْيَاءٍ“ الخ میں بھی دنیاوی زندگی کی نفی ہے۔ قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں۔ یہ نہیں فرمایا:

أَمْوَاتٌ فِي الْقُبُورِ غَيْرِ أَحْيَاءٍ فَمَا أَوْرَاقُ شَيْءٍ مِّمَّا دُخِيَ بَاقِي رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى كَا فَرَمَانِ: وَمَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ يُنْعِمُونَ خاص شعور وقت بعثت کی نفی ہے ہمہ قسم کے شعور کی نفی نہیں۔ اگر اس سے قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نکالی جائے تو لازم آئے گا دنیاوی زندگی کی بالکلیہ نفی ہو جائے، کیونکہ دنیاوی زندگی رکھنے والوں کو بھی کوئی شعور نہیں۔ وہ کب اٹھائے جائیں گے تو دنیاوی زندگی والے دنیاوی موت سے پہلے ہی دنیاوی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو ظاہر ہے کہ یہ لازم تو محال ہے تو ثابت ہوا: وَمَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ يُنْعِمُونَ سے قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں نکلتی۔

8- آپ لکھتے ہیں: ”حدیث کے مطابق شہداء کی روحوں کو قبض ہونے کے بعد شہداء کی فرمائش کے باوجود دنیا میں نہیں لوٹا یا گیا۔“ تو محترم دنیا میں لوٹانے کی بات اس مقام پر نہیں ہو رہی۔ بات یہ ہو رہی ہے کہ اصحاب قبور کی قبر و برزخ میں دنیا والی زندگی ہے تو اس حدیث سے شہداء کو دنیا والی زندگی ملنے کی نفی نکلتی ہے۔ جس کے ہم بھی بفضل اللہ تعالیٰ و توفیقہ قائل و معتقد ہیں اور اس حدیث سے شہداء کی قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں نکلتی جو آپ اس سے خواہ مخواہ کشید کر رہے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں: ”دنیا میں نہیں لوٹا یا گیا۔“ جبکہ آپ قبر و برزخ والی زندگی پر کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ پہلے لکھ چکے ہیں: بقول آپ کے ”نبی مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں۔“ نیز لکھ چکے ہیں: ”آپ نبی کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر... الخ۔“ تو برائے مہربانی آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ ہو کہ قبروں والے قبروں میں زندگی کے ساتھ بھی زندہ نہیں دنیا میں کسی کے نہ لوٹانے والی احادیث یا آیات سے یہ بات نہیں نکلتی۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں قیامت کے دن سے پہلے عمر کی تکمیل اور وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے گھر کا تذکرہ نیز شہداء اور عام مومنین کے گھروں کا تذکرہ کر چکا ہے۔ پھر قیامت کے دن سے پہلے کذاب، زانی، سودخور اور عالم بے عمل کی سزاؤں کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ تو ثابت ہوا دنیاوی زندگی ختم ہو جانے کے بعد قیامت کو مردوں کے قبروں سے اٹھنے سے پہلے بھی ایک زندگی ہے، جس میں ثواب و عذاب ہے۔

پھر شہداء کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں فرماتے ہیں:

وَلَا تَحْشَبَنَّ الَّذِينَ يَفْهَمُونَ سُبُلَ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُغْفِرُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۵۴) (البقرة)

[”اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔“] نیز فرماتے ہیں:

وَلَا تَحْشَبَنَّ الَّذِينَ يَفْهَمُونَ سُبُلَ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُغْفِرُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۶۹) فرمیں ہا انا نعم اللہ من فضلہ ویتبشرون بالذین لم یفہموا سبیلہم ولا یعلمون (۱۷۰) یتبشرون بعبادہ اللہ وفضلہ وآن اللہ لا یضیع أجر المؤمنین (۱۷۱) الایات (آل عمران)

[”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جواب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں اس پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ ممکن ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور بے شک اللہ مومنوں کے اجر برباد نہیں کرتا۔“]۔ تو یہ آیات شہداء کے قتل و شہید ہو جانے کے بعد ان کے زندہ ہونے میں صریح نص ہیں۔ ”بَلَىٰ أُولَئِكَ“ اور ”بَلَىٰ أُولَئِكَ“ عند زنجہم یزرقون کے الفاظ واضح طور پر ان کی اس زندگی پر دلالت کر رہے ہیں، جس کے انکار کی کوئی مجال نہیں۔

نیز صحیح مسلم جلد دوم کی جس حدیث کا آپ حوالہ دے رہے ہیں، اس کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے مسروق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سَأَلْنَا عَبْدَ اللَّهِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: وَلَا تَحْشَبَنَّ الَّذِينَ يَفْهَمُونَ سُبُلَ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُغْفِرُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ قَالَ أَمَّا مَا سَأَلْنَا عَنْ ذَٰلِكَ“

(مسلم کتاب الإمامۃ باب بیان أن أرواح الشهداء فی الجہنم)

[”ہم نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو عبد اللہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ان کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں۔ عرش کی قدیلین ان کے لیے ہیں۔ ساری جنت میں جہاں چاہیں چریں چلیں اور ان قدیلوں میں آرام کریں۔ ان کی طرف، ان کے رب نے ایک مرتبہ نظر کی اور دریافت فرمایا کچھ اور چاہتے ہو کھسنے لگے۔ اسے اللہ اور کیا مانگیں ساری

جنت میں سے جہاں کہیں سے چاہیں کھائیں پئیں اختیار ہے پھر کیا طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پھر یہی پوچھا۔ تیسری مرتبہ یہی سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر کچھ ملگے چارہ ہی نہیں تو کہنے لگے: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو جہنم کی طرف لوٹا دے۔ ہم پھر دنیا میں جا کر تیری راہ میں جہاد کریں اور مارے جائیں۔ اب معلوم ہو گیا کہ انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں تو ان سے پوچھنا بھڑو دیا کہ کیا چاہتے ہو؟ (مسلم، کتاب الإیماء، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں بہتری پاتے ہیں وہ ہرگز دنیا میں آنا پسند نہیں کرتے، مگر شہید کہ وہ تنہا کرتا ہے کہ دنیا میں دوبارہ لوٹا جائے اور دوبارہ اللہ کی راہ میں شہید ہو، کیونکہ شہادت کے درجات کو وہ دیکھ رہا ہے۔“ [بخاری، پھر شہداء کی فرمائش بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ان میں زندگی ہے، جس کی بنیاد پر وہ فرمائش کر رہے ہیں۔ نیز ان میں شعور بھی ہے، جبکہ آپ انہیں بھی بے شعور بنا رہے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ”اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹانے جانے کا کوئی تصور نہیں۔“ تو محترم عرض کروں گا تصور میں تو قرآن مجید نے تین واقعات بیان فرما دیے ہیں، جن میں موت کے بعد روح ان میں لوٹائی گئی اور فوت ہونے والے زندہ ہو کر دنیا میں بھی آئے۔ (۱) ایک بستی بے آباد پر گزرنے والے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال فوت رکھنے کے بعد زندہ فرمایا۔ (۲) موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی جن کو مارٹلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور اٹھایا۔ (۳) ہزاروں کی تعداد موت کے دُور سے بستی بھڑو لگنے انہیں اللہ تعالیٰ نے مارنے کے بعد زندہ فرمایا۔ اب غور فرمائیں قرآن مجید میں موت کے بعد روح لوٹانے کا تصور ہے یا نہیں؟ پہلے وضاحت کر چکا ہوں کہ اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موت اور دنیاوی زندگی ختم ہونے کے بعد دنیاوی زندگی کسی کو نہیں ملتی، مگر اس اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا تین صورتیں۔

پھر غور فرمائیں فوت شدگان جب قبروں سے اٹھیں گے، اس وقت توروں میں ان میں لوٹائی جائیں گی۔ جس میں کسی بھی مسلم کو کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں، جبکہ آپ کے الفاظ: ”اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹانے جانے کا کوئی تصور نہیں۔“ اپنے عموم و اطلاق کے لحاظ سے حشر و نشر کے موقع پر روحیں لوٹانے کی بھی نفی فرما رہے ہیں۔

بہر حال جناب محترم سے بڑی ہی موزبانہ گزارش ہے کہ آپ قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ درج فرمائیں جس میں ہو: ”موت کے بعد روح لوٹانے جانے کا تصور نہیں۔“ یا ”موت کے بعد روح نہیں لوٹائی جاتی۔“ یا ”موت کے بعد روح نہیں لوٹائی جائے گی۔“ بہر کیف ایسی کوئی ایک آیت درج فرمادیں، جس میں موت کے بعد روح لوٹانے جانے کی نفی ہو۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

نیز آپ لکھتے ہیں: ”قرآن ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔“ تو محترم پہلے لکھ چکا ہوں کہ: ”وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُنْعَمُونَ“ (النحل: ۲۱) ”اور انہیں شعور نہیں کہ کب اٹھانے جائیں گے۔“ [خاص شعور کی نفی ہے کہ انہیں اپنے اٹھانے جانے کے وقت کا شعور نہیں۔ اس سے ”مردہ ہونے کے بعد شعور ہونے“ کو اخذ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں نکلتی۔ پھر پہلے کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت کیا گیا کہ موت کے بعد قبر و برزخ میں ثواب و عذاب ہے، زندگی ہے، علم و شعور ہے، بلکہ بعض مواقع پر بعض چیزوں کا سماع بھی ہے۔ جیسے قرع نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں گزرا۔ پھر قلیب بدر والی حدیث میں ہے: ”اِنَّهُمْ لَيُتْلَوْنَ“ پھر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی قبر و برزخ کی زندگی اور وہاں والوں کے شعور پر دلالت کر رہی ہے۔ پھر آیت:

قَالَ رَبِّ ارْجِعْنِي (۹۹) لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ؕ كَلَّا اِنَّكَ لَكِنَّا وَنَدَّاعِمٌ مِّنْ دُونِ الْيَوْمِ يُنْعَمُونَ (۱۰۰) (المومنون)

[”کہتا ہے: اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی بھڑو بھڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کروں۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ تو صرف ایک قول ہے، جس کا یہ قائل ہے ان کے پیچھے ایک پردہ ہے ان کے دوبارہ ہی اٹھنے کے دن تک۔“]

بہر کیف آپ کی خدمت میں موزبانہ گزارش ہے کہ وہ آیت ضرور پیش فرمائیں، جس میں: ”ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور قرار دیا گیا ہے۔“ بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ کام پہلی فرصت میں کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

9- آپ لکھتے ہیں: ”کسی تعویذ پسندنے والے سے پوچھیں کہ اسے آپ نے کیوں پناہ ہے؟ تو وہ بتاتا ہے کہ اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ تعویذ غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الہ پسندنے میں لگائے پھرتا ہے۔“ جناب محترم غور فرمائیں کسی نے کسی عورت سے شادی کر لی اور کسی بیمار یا تکلیف کے لیے کسی ڈاکٹر یا طبیب سے کوئی دوائی لے لی۔ اب اس سے پوچھیں آپ نے شادی کیوں کی؟ دوائی کیوں لی؟ تو وہ جواب دے گا اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ شادی اور دوائی غائبانہ طور پر میری مدد کرے گی۔ اس طرح وہ اپنا الہ پسندنے لگتا ہے کہ اب ہر بات میرے لیے پھرتا ہے؟ آپ جناب کا کیا خیال ہے ایسے انسان نے شرک کیا یا نہ؟ جبکہ یہ الہ والی بات آپ یا ہم اس کے سر تھوپ رہے ہیں ہمیں اس کے اس سلسلہ میں عقیدے کا کچھ علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخْتَارُوا كَثِيرًا مِّنَ الطَّيِّبِينَ إِنَّ بَعْضَ الطَّيِّبِينَ لَفُحٌّ (الاحجرات)

[”اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو۔ یقیناً مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔“] پھر اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ فِتْنَةٌ فَإِنَّ أَسْوَأَ الْبَنَاتِ لَمَسَاسٌ فَمَا تَعْلَمْنَ (البقرہ: ۱۷۷)

[”اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی بھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے لیے پریشمائی اٹھاؤ۔“]

پھر کسی نے کسی سے دم کروایا یا دم کرنے والے نے قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت یا رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاء پڑھ کر دم کیا، اب دم کروانے والے سے پوچھیں آپ نے دم کیوں کروایا؟ تو وہ یہی کہے گا اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ دم غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الہ اس دم کو سمجھتا ہے۔ آپ جناب کا کیا خیال ہے ایسے انسان نے شرک کیا یا نہ؟ جبکہ یہ الہ والی بات آپ یا ہم اس کے سر تھوپ رہے ہیں۔ ہمیں اس کے اس سلسلہ میں عقیدے کا کچھ علم نہیں۔

یہ بھی عجیب بات ہے ایک انسان شہد کو شفاء سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَيَدْفَعُ الشَّعْلَ لِلنَّاسِ [النحل: ۶۹] ”اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔“ اسی طرح قرآن مجید کو شفاء سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا حَوَّلَهُمْ شَفَاءً وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ [بنی اسرائیل: ۸۲] ”یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو شفاء اور رحمت ہے۔“ [تَحْمُ السَّجْدَةِ: ۴۴] ”آپ کہہ دیجئے کہ یہ

ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفاء ہے۔ آپ اسے اللہ بنانے والا گردانتا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کہا کا انصاف ہے؟ قرآن مجید اور حدیث دم کی صورت میں اللہ نہیں بنتے۔ تو کاغذ میں لکھنے سے کیونکر اللہ بن گئے؟ شہد اور دیگر ادویہ میں کوئی شفاء سمجھے تو وہ اللہ نہیں بنتے تو کاغذ میں لکھے ہوئے قرآن مجید میں شفاء سمجھے تو وہ کیسے اللہ بن گیا؟

پھر کتاب و سنت کا تعویذ کرنے والے اور کروانے والے سبھی تعویذ میں لکھے ہوئے کلمات و کلام کو شفاء دینے والا سمجھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی کاغذ یا حجرے کو شفاء دینے والا بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ وہ اس کو اللہ سمجھے یا گردانے لہذا کتاب و سنت کے تعویذ باندھنے یا لٹکانے کے متعلق آپ کا لکھنا: ”اس طرح اپنا اللہ اپنے لٹکے میں لٹکانے پھر تا ہے۔“ سراسر بے بنیاد ہے۔

رہی مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ والی حدیث جس کا ایک ٹکڑا آپ نے نقل فرمایا تو وہ پوری کی پوری مندرجہ ذیل ہے:

قال الإمام أحمد: ”شفا عبد الصمد بن عبد الوارث شفا عبد العزيز بن مسلم شفا يزيد بن أبي منصور عن دحيم الجري عن عتيبة بن عامر الجعفي أن رسول الله ﷺ أقبل إليه رطط، فبأخ تسعة وأمسك عن واحد، فقالوا: يا رسول الله بابت تسعة وترك هذا قال: إن عليه تيمية فأدخل يده، فقطعها، فبأخ، وقال: من علق تيمية فقد أشرك“ (مسند أحمد: ٣: ١٥٦)

[”بے شک رسول اللہ ﷺ کے پاس (۱۰) دس آدمی آئے آپ نے (۹) نوکی بیعت کی اور ایک کی بیعت نہ کی۔ تو انہوں نے کہا: آپ نے (۹) سے بیعت لی اور اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ”اس پر تیمیم ہے۔“ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور اس کو کاٹ دیا۔ پھر اس سے بیعت لی۔ اور فرمایا: ”جس نے تیمیم لٹکایا اس نے شرک کیا۔“]

پوری حدیث پڑھ جلیے آپ کو اس میں کہیں بھی لفظ تعویذ نظر نہیں آئے گا۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ کا فرمان: »مَنْ عَلَّقَ تَيْمِيَةً فَهُوَ أَشْرَكَ« جس نے تیمیم لٹکایا بلاشبہ اس نے شرک کیا۔ ”اس میں موجود ہے۔ اب قابل غور چیز یہ ہے کہ تیمیم کیا ہے؟ جس کے لٹکانے کو رسول اللہ ﷺ نے شرک قرار دیا تو محترم سنیں مشہور و معروف لغت دان محمد الدین فیروز آبادی القاموس المحيط میں لکھتے ہیں: ”والتيمن التام الخلق، والشديد، وجمع تيمية كالتام لحزرة رقتاء تنظم في السير، ثم يعقد في العنق“ تو جناب من! تيميم کا لفظ دھاری دار کرزہ و مکہ جوہ عمرے کی تندی میں پرو لیا جاتا، پھر گردن میں باندھ دیا جاتا ہے پر لولا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس قسم کے خرزات و منکوں، کوڈوں اور گلک منکوں کے لٹکانے کو شرک قرار دے رہے ہیں نہ کہ کاغذوں یا حجروں میں لکھے ہوئے کتاب و سنت کے کلمات لٹکانے کو۔

شاید آپ میری اس ساری بات جیت سے قیہ اندز کر لیں یہ تو تعویذ کا قائل ہو گیا ہے تو محترم دو لوگ الفاظ میں اپنا عقیدہ لکھ دیتا ہوں تاکہ آپ میرے متعلق کسی بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جائیں تو سنیں: ”تعویذ کرنا کروانا یا لٹکانا لٹکوانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔“ یہ ہے میرا عقیدہ اور وہ تھا آپ کی باتوں کا جواب۔ غفر لنا اللہ العزیز الوہاب۔

10۔ آپ لکھتے ہیں: ”اے نبی! اعلان فرما دیجئے کہ اگر میں نے تم لوگوں سے اس دین پر معاوضہ مانگا تو وہ تمہارا ہی رہا میرا صلہ اور مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔“ آیت نمبر: ۳۷ سورة السبا کا ترجمہ۔ آپ کا کلام ختم ہوا۔

سورۃ سبا کی محولہ بالا آیت کریمہ نقل کیے دیتا ہوں تاکہ آپ اس کے الفاظ کو سامنے رکھ کر اپنے ترجمہ کا جائزہ لے سکیں تو یہ آیت کریمہ اس طرح ہے:

قُلْ مَا نَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (سورة السبا) (۴۷)

پھر اس آیت کریمہ کے لوگوں سے اور بالخصوص ایمان والوں سے اجرت صلہ، مزدوری اور معاوضہ لینے کی نفی نہیں صرف اس کے طلب کرنے کی نفی ہے۔ دیکھئے سورہ فرقان میں ہے:

قُلْ مَا نَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (الفرقان) (۵۷)

[”کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا، مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑتا چاہے۔“] پھر مال فہ فی رسول اللہ a کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عَاقِبَةُ الَّذِينَ عَلَىٰ زُورٍ مِنَ الْقُرْآنِ يُقَرِّئُونَ زُورًا وَيَكْتُمُونَ الْقُرْآنَ (الحشر)

[”بہتیموں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھروسے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا قرابت والوں کا اور یتیموں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔ تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“]۔ نیز مال غنیمت کے خمس سے پانچواں حصہ رسول اللہ a کے لیے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَعْلَوْا أَنْ غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ (الأنفال)

[”جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔“]۔ وفد عبد القیس والی حدیث میں ہے: ”وَأَنَّ تُخْطُوا خُمُسًا غَنِمْتُمْ“ [”وفد عبد القیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے منہ کرتا ہوں۔“] میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانا کیسا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا، زکوٰۃ دینا اور غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا، پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔

اور چار برتنوں سے منع کیا۔ سبز مہتابان سے اور کدو کے بنائے ہوئے برتن سے اور روغنی برتن سے اور لکڑی کے کھدوے ہوئے برتن سے۔ (ان برتنوں کا استعمال شراب میں ہوتا تھا، جب شراب حرام ہوئی تو چند روز تک آپ نے ان برتنوں کے استعمال کی بھی ممانعت فرمادی۔) (بخاری) کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ سدا والاواب الاباب ابی بکر، مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ابی بکر الصديق)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: »وَأَنَّ مِنْ أَمْنِ النَّاسِ عَلَىٰ نَالِهِ وَضَجَّتْ أَبَا بَكْرٍ« (بخاری) کتاب ایمان باب أداء الخمس من الإيمان، مسلم کتاب ایمان باب الامر بالایمان باللہ) [”بلاشبہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر اپنی صحبت اور مال میں احسان کرنے والے ابو بکر ہیں۔“] تو قرآن مجید میں رسول اللہ a کے سوال، مطالبہ کرنے اور مانگنے کی نفی ہے۔ کما تھم واللہ اعلم۔ آپ سے مؤذبانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ آپ میری سابقہ

معروضات کو تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غور سے پڑھیں اور بہ انصاف سوچیں ان شاء اللہ العزیز بہت فائدہ ہوگا۔

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 09 ص

